علمی اعتقادی اور تاریخی
مقالات کا مجموعہ
مقالاتِ
شرف قادری
علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
مرتب
محمد عبدالستار طاہر
مکتبہ قادریہ ۰ لاہور

مقالات شرف قادری

مکتبہ قادریہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ---------------- مقالات شرف قادری

تحریر ---------------- شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

ترتیب وتصحیح ---------------- محمد عبد الستار طاہر مسعودی

حروف ساز ---------------- (۱) حافظ نثار احمد قادری

(۲) الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ لاہور فون#7154080

صفحات ---------------- ۵۸۴

طباعت ---------------- محرم الحرام ۱۴۲۸ھ، ۲۰۰۷ء

باہتمام ---------------- حافظ نثار احمد قادری

ناشر ---------------- مکتبہ قادریہ، لاہور

تعداد ---------------- ایک ہزار

قیمت ---------------- 225 روپے

تقسیم کار

مکتبہ قادریہ

محی الدین منزل، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

فون نمبر 7226193

❶ ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ اللہ کو مانو اور کسی کو نہ مانو ـــــ

یہ بھی کہتا ہے کہ نبی کی تعریف اتنی ہی کرو جتنی گاؤں کے ایک چودھری کی کی جاتی ہے بلکہ اس میں بھی تخفیف کرو۔

یہ کتنی بدقسمتی اور ستم ظریفی ہے کہ دنیا کا کوئی لیڈر آپ کو ایسا نہیں ملے گا جس کے ماننے والے اس کی عظمتِ شان کے گھٹانے کی فکر میں ہوں، یہ تو چودھویں پندرہویں صدی کے امتی کا حوصلہ ہے جو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت کو کم کرنے کی سوچ رکھتا ہے، سچ کہا ہے امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے:

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دن سایۂ دیوار نے دیوار کو کہا کہ میں سورج کا عاشق ہوں اور اسے دیکھنا چاہتا ہوں تو درمیان سے ہٹ جا، دیوار نے کہا ہوش کے ناخن لے، میں اگر درمیان سے ہٹ گئی تو تیرا نام ونشان مٹ جائے گا۔

نبی اکرم تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سب سے اہم اور سب سے بڑا رابطہ ہیں اگر آپ کا رابطہ اور واسطہ درمیان میں نہ رہا تو ہمارا دین رہے گا اور نہ ایمان۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

(امام احمد رضا)

---

❷ دوسرا طبقہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مانتا ہے کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دونوں جزؤں کو مانتا ہے اور اقرار بھی کرتا ہے، لیکن

جس قدر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہونی چاہیے اور جتنا تعلق رب کریم جل مجدہٗ کے ساتھ ہونا چاہیے وہ دکھائی نہیں دیتا، پہلا طبقہ اس معاملے میں افراط کا شکار ہے تو دوسرا طبقہ تفریط کا۔
چند مثالیں کسی معین شخص کا نام لئے بغیر پیش کرتا ہوں اور فیصلہ آپ کے دل و ضمیر پر چھوڑتا ہوں کہ کیا ان لوگوں کا رویہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی پہلو سے بھی مستحسن ہے؟

❶ ایک صاحب نے مغرب کی نماز پڑھائی اور سلام پھیرنے کے بعد یوں دعا مانگی:

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله
الصلوة والسلام عليك يا نبى الله
وعلى آلك واصحابك ياحبيب الله

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْحَالَنَا   يَاحَبِيْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِهَمٍّ مُغْرَقٌ"   خُذْيَدِیْ سَهِّلْ لَّنَااِشْكَالَنَا

اس کے بعد یہ درود شریف پڑھا اور منہ پر ہاتھ پھیر لئے۔

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله
الصلوة والسلام عليك يا نبى الله
وعلى آلك واصحابك ياحبيب الله

راقم نے انہیں روک لیا اور کہا کہ علماءِ اہل سنت نے اس شعر "يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْحَالَنَا" کے بارے میں یہی کہا تھا کہ یہ شرک اور کفر نہیں بلکہ جائز ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا ہی چھوڑ دیں۔

❷ ابھی دو ماہ پہلے ایک مجلے میں ایک فاضل کا خطاب شائع ہوا جس کا عنوان تھا "رب کا وظیفہ" اس کے نیچے لکھا تھا کہ ہر کسی کا کوئی نہ کوئی وظیفہ ہوتا ہے، میں نے رب کریم سے پوچھا کہ یا اللہ! تو کیا کرتا ہے؟ کیا تو بارش برساتا ہے؟ بے شک تو بارش برساتا ہے، لیکن یہ کام تو نے فرشتوں کے سپرد کر رکھا ہے، کیا تو سورج چڑھاتا ہے؟ یا سورج غروب

کرتا ہے؟ موت کے وقت روح قبض کرتا ہے؟ یہ سب کام تو نے فرشتوں کے سپرد کر رکھے ہیں، یا اللہ! تو کیا کرتا ہے؟ رب کریم نے فرمایا: میں نے سب کام فرشتوں کے سپرد کر دیئے ہیں اور خود فارغ ہو کر ایک ہی کام کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ:

میں اپنے محبوب کی تعریف کرتا ہوں

کیا یہ کسی آیت کا ترجمہ ہے؟ یا کسی حدیث کا مطلب ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ (وہ ہر آن نئی شان میں ہے) اور خَالِقُ كُلِّ شَیْئٍ (وہ ہر چیز کا خالق ہے) کا کیا مطلب ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ ہر شے عدم سے وجود میں آنے میں اللہ کریم کی محتاج ہے پھر باقی رہنے میں ہر لمحہ میں اس کی محتاج ہے۔

ایک محفل میں راقم نے یہ اقتباس سامعین کو متوجہ کرنے کے لئے سنایا تو کئی سامعین کہنے لگے: سبحان اللہ! میں نے کہا: یہ سبحان اللہ کہنے کا مقام نہیں، یہ تو "اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ" کہنے کا مقام ہے۔

پھر اس فاضل نے خطابت کے مزید جوہر دکھاتے ہوئے کہا کہ اگر میں کہہ دوں کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ ہمارا ہم ذوق ہے تو کوئی حرج نہیں ہے —— کس کس بات کا تذکرہ کیا جائے؟

3 ایک فاضل دانشور نے جو اس وقت بیرون ملک تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دے رہے ہیں، اپنے مقالے میں لکھا کہ میں نے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کی کتاب "الفتح الربانی" کا مطالعہ کیا تو انہوں نے کہیں ذکر الٰہی پر زور دیا ہے، کہیں ذکر و فکر کی اہمیت اجاگر کی ہے، کہیں خوف آخرت تازہ کیا ہے، مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا بات ہے کہ حضور غوث اعظم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان ہی نہیں کرتے دوسرے موضوعات پر ہی گفتگو کئے جا رہے ہیں، پھر میں نے چند صفحے پلٹے تو میرا دل خوش ہو گیا کہ

سیدنا غوث اعظم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے ہوئے تھے۔

ایسے ہی رویئے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ''خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں'' بجائے اس کے کہ ہم اپنے آپ کو سیدنا غوث اعظم کی فکر کے سانچے میں ڈھال لیں، ہم انہیں اپنی سوچ کے فریم میں فٹ کرنا چاہتے ہیں۔

کئی خطباء یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ قرآن پاک بسم اللہ کی باء سے لے کر سورۂ ناس کی سین تک سب نبی اکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت ہی نعت ہے۔'' سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتادیا کہ قرآن پاک میں صرف نعتِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہیں ہے اور بھی بہت کچھ ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کا ایک نام اُمّ القرآن بھی ہے اس کی وجہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو کچھ قرآن پاک میں ہے سورۂ فاتحہ اس پر مشتمل ہے۔ قرآن پاک میں کیا ہے؟ اس کا بیان دو طریقوں سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن پاک تین چیزوں پر مشتمل ہے۔

1. اللہ تعالیٰ عز وجل کی ثنا۔
2. اس کے امر اور نہی کی تعمیل۔
3. اس کے وعدے اور وعید کا بیان۔

باندازِ دگر فرماتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ قرآن پاک کے مطالب پر اجمالی طور پر مشتمل ہے، وہ مطالب یہ ہیں:

1. حِکَم نظریہ یعنی عقائد۔
2. احکام عملیہ یعنی طریق مستقیم پر چلنا۔
3. خوش قسمتوں کے مراتب اور بدبختوں کی منازل پر آگاہ ہونا۔

کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش قسمتوں اور اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ

عَلَیْهِمْ کے سردار ہیں، اس طرح سورۂ فاتحہ آپ کے ذکر شریف پر بھی مشتمل ہے، لیکن اس بات کا کیا مطلب کہ سارا قرآن ہی آپ کی نعت ہے؟

قرآن پاک کے بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے اور بجا کہا ہے:

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِیْ الْقُرْآنِ لٰکِنْ
تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

قرآن پاک میں تمام علوم موجود ہیں، لیکن لوگوں کے دماغ اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

4. ایک دفعہ ایک فاضل دوست نے لکھا کہ اسلام صرف اور صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا نام ہے۔

5. ایک دوسرے فاضل نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محبت کی ابتدا بھی حضور ہیں اور انتہا بھی حضور ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

راقم نے ان دونوں حضرات کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کہاں گئی؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ''اور ایمان والے ٹوٹ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

6. حال ہی میں ایک ماہنامے میں اس عنوان کے ساتھ ایک مقالہ چھپا کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہی اللہ کی محبت ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے حضرات دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں: یا اللہ! ہمیں اپنے حبیب کی محبت عطا فرما'' سوچنے کی بات یہ ہے کہ محبت دل کے میلان اور تعلق خاطر کا نام ہے جو کسی ہستی سے متعلق ہوتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو ہستیاں ہیں:۔

1. ایک ہستی واجب الوجود اور دوسری ہستی ممکن الوجود

❷ ایک قدیم اور دوسری حادث

❸ ایک خالق اور دوسری مخلوق،

تو دونوں کی محبت ایک کیسے ہوگئی؟ اس لئے دعا یوں مانگنی چاہیے جس طرح پہلے بزرگ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! ہمیں اپنی محبت عطا فرما، اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما، اپنے پیاروں کی محبت عطا فرما اور ان اعمال کی محبت عطا فرما جو ہمیں تیری بارگاہ کا قرب عطا کردیں۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُنَا اِلَيْكَ ○

ترجمہ وہی جو پہلے مذکور ہوا۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی دعا کرتے ہیں بلکہ محبت کے دعویدار ہیں اور یہ نعرہ لگاتے ہیں ''غلامیٔ رسول میں موت بھی قبول ہے''، لیکن ہمیں یہ خبر ہی نہیں کہ محبت کا مطلب کیا ہے؟ محبت یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ ایسا تعلق خاطر ہو کہ انسان محبوب کا فرماں بردار ہو، اس کے اشارۂ ابرو پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار ہو، اور محبوب کا سراپا صرف شعور نہیں بلکہ لاشعور میں اس طرح نقش ہو جائے کہ انسان لاشعوری طور پر محبوب کی ایک ایک ادا کو اختیار کرلے، ہم غلامی رسول میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کو قبول کرنے خواہشات نفس کے چھوڑنے پر تیار نہیں، موت کیسے قبول کرلیں گے؟

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ** (مشکوٰۃ شریف ص۳۰ بحوالہ ترمذی شریف)

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

❷ ایک قدیم اور دوسری حادث

❸ ایک خالق اور دوسری مخلوق،

تو دونوں کی محبت ایک کیسے ہوگئی؟ اس لئے دعا یوں مانگنی چاہیے جس طرح پہلے بزرگ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! ہمیں اپنی محبت عطا فرما، اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما، اپنے پیاروں کی محبت عطا فرما اور ان اعمال کی محبت عطا فرما جو ہمیں تیری بارگاہ کا قرب عطا کردیں۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ ٥

ترجمہ وہی جو پہلے مذکور ہوا۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی دعا کرتے ہیں بلکہ محبت کے دعویدار ہیں اور یہ نعرہ لگاتے ہیں "غلامیٔ رسول میں موت بھی قبول ہے" لیکن ہمیں یہ خبر ہی نہیں کہ محبت کا مطلب کیا ہے؟ محبت یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ ایسا تعلق خاطر ہو کہ انسان محبوب کا فرماں بردار ہو، اس کے اشارۂ ابرو پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار ہو، اور محبوب کا سراپا صرف شعور نہیں بلکہ لاشعور میں اس طرح نقش ہو جائے کہ انسان لاشعوری طور پر محبوب کی ایک ایک ادا کو اختیار کرلے، ہم غلامی رسول میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کو قبول کرنے خواہشات نفس کے چھوڑنے پر تیار نہیں، موت کیسے قبول کرلیں گے؟

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ** (مشکوٰۃ شریف ص۳۰ بحوالہ ترمذی شریف)
جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

علامہ اقبال اس بات سے خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں میرا نامۂ اعمال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نہ کھل جائے، چنانچہ دعا مانگا کرتے تھے:

مکن رسوا حضورِ خواجہ مارا
حسابِ من زچشمِ او نہاں گیر

اے اللہ! مجھے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور رسوا نہ فرمانا، میرا حساب آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہی لے لینا۔

حالانکہ ہم اُس باخبر اور وسیع العلم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں جن کی بارگاہ میں ہمارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، ہمیں تو ناجائز کام کرتے ہوئے سو مرتبہ یہ سوچنا چاہیے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ بھی دیکھ رہا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی دیکھ رہے ہیں، لہذا ہمیں ناجائز کام کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھے۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک صاحب تازہ تازہ داڑھی منڈوا کر آئے ہیں اور سر پر انگریزی بال رکھے ہوئے ہیں اور ابھی اسٹیج پر نعت پڑھیں گے اور عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مظاہرہ کریں گے۔ حالانکہ عشق سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مظاہرہ آدمی کے قول وفعل، رہن سہن اور شکل وصورت سب میں ہونا چاہیے۔

7 ابھی چند دن پہلے ملتان روڈ پر گزر رہوا، عمرے کا بینر لگا ہوا دیکھا، اس پر لکھا تھا:

''آؤ مدینے چلیں''۔

میں یہ سوچتا رہ گیا کہ عمرہ تو مکۂ معظمہ میں کیا جاتا ہے، اس کا نام ہی نہیں لیا گیا، مدینہ منورہ میں تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ ناز میں ہدیۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے اور شفاعت کی درخواست گزارنے کے لئے حاضری دی جاتی ہے، اس لئے یوں لکھنا چاہیے کہ ''آؤ حرمین شریفین چلیں'' یا ''آؤ مکے مدینے چلیں''، ماضی قریب میں جب

آدمی کو کسی کی بات اچھی لگتی تھی تو کہا جاتا تھا ''تری آواز مکے اور مدینے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرمائے، لیکن اب ایسے جملے بھی سننے کو نہیں ملتے۔

یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ کوئی شخص سفر حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو رہا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ ''مدینے شریف میں میرے لئے دعا کرنا'' حالانکہ مکّہ معظمہ بھی دعا کی قبولیت کے مقامات سے بھرا پڑا ہے، تو اس طرح کہنا چاہیے کہ حرمینِ شریفین میں میرے لئے دعا کرنا اور سرکارِ دو عالم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس فقیر حقیر کا نذرانۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرنا اور شفاعت کی درخواست پیش کرنا۔

8 ایک محفل میں راقم نے بیان کیا کہ ہماری ہر محفل میں نعت شریف اور آخر میں صلاۃ و سلام پڑھنا لازمی خیال کیا جاتا ہے، اگر دعا کر کے محفل برخاست کی جا رہی ہو تو تقاضا کیا جاتا ہے کہ سلام کا ایک ہی شعر پڑھ لیں، ٹھیک ہے نعت بھی ہونی چاہیے اور صلاۃ و سلام بھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد بھی ہونی چاہیے، کیونکہ مقصود بالذات تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (الحمدللہ! بہت سے ماہنامے دیکھنے میں آ رہے ہیں جن میں ایک صفحے پر حمد اور دوسرے پر نعت دی جا رہی ہے)۔

میرے بعد ایک بزرگ تشریف لائے انہوں نے فرمایا کہ شرف صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ ''سبقتِ لسانی'' (یعنی سوچے سمجھے بغیر بات کہہ دی گئی) ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مقصود ہیں اور نعت شریف بھی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔

بعد میں راقم نے احباب سے کہا کہ یہ سبقت لسانی نہیں، بلکہ سوچی سمجھی رائے ہے، رہا یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مقصود ہیں تو اس کا انکار نہیں ہے، میرے نزدیک تو استاذ اور پیر و مرشد بھی مقصود ہے، اور وہ اس لئے مقصود ہے کہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ تک پہنچا دے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں سے آراستہ کر دے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے مقصود ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ تک پہنچادیں، یعنی ہمیں اللہ تعالیٰ کا بندۂ فرماں بردار بنادیں۔ اللہ تعالیٰ مقصود بالذات ہے کہ اس کے بعد کوئی مقصود نہیں ہے جس تک اللہ تعالیٰ کے ذریعے پہنچا جائے۔

امام احمد رضا بریلوی عرض کرتے ہیں:

اے خدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ

اولیاء کو اذنِ نصرت کیجئے

قرآن پاک میں ہے:

❶ اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ؁ (یوسف ۱۲/ ۱۰۸)

میں اور میرے پیروکار پوری بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔

❷ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا ؁

(حٰم السجدہ ۴۱/ ۳۳)

اور اس شخص سے زیادہ حسین بات کس کی ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک کام کیے۔

❸ وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ ؁ (الاحزاب ۳۳/ ۴۶)

اور (ہم نے آپ کو بھیجا) اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والا۔

❹ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتَابَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبَّانِیّٖنَ ؁ (آل عمران ۳/ ۷۹)

اور یہ بات کسی انسان کے لائق نہیں کہ اللہ اسے کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے، پھر وہ لوگوں کو کہے کہ تم اللہ کے نہیں میرے بندے بن جاؤ، لیکن تم اللہ والے ہو جاؤ۔

ایک دفعہ راقم کی گفتگو اپنے عزیز دوست فاضل علامہ مفتی ہدایت اللہ پسروری مدظلہ العالی مہتمم جامعہ ہدایت القرآن، ممتاز آباد، ملتان سے ہو رہی تھی، وہ فرمانے لگے:

"انبیاء بھیجے کس لئے گئے تھے؟"

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کا اصل مقصدِ بعثت ہی اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے،

اور یہ بھی ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے وسیلے کے بغیر ہمیں اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل ہی نہیں ہوسکتی، تو ان کی محبت، تعظیم وتوقیر اور ان کے نقش قدم پر چلنے کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

یہ کہنا بھی درست ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت بھی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے شاہکار اعظم ہیں اور مخلوق کی تعریف دراصل خالق ہی کی تعریف ہوتی ہے، لیکن حمد کے اور بھی تو کئی انداز ہیں مثلاً آیۃ الکرسی پڑھ لیں، سورۂ حشر کی آخری آیات کی تلاوت کرلیں، اسی طرح قرآن پاک کی متعدد آیات ہیں، احادیث مبارکہ میں دعا کا باب پڑھ لیجئے دل ودماغ روشن ہوجائے گا۔ نعت کے حمد ہونے کا انکار نہیں ہے کہنا یہ ہے کہ صرف نعت پر اکتفا کرلینا درست نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد کے دوسرے انداز بھی اپنانے چاہییں، علماء اسلام کی تصانیف دیکھ لیجئے ان میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد ہے پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت اور آپ کے حضور نذرانۂ صلوٰۃ وسلام پیش کیا گیا ہے۔ کلمۂ طیبہ کو دیکھ لیں اس میں پہلے ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' ہے اس کے بعد ''محمد رسول اللّٰہ'' ہے۔ اسی طرح پہلے نعرۂ تکبیر لگایا جاتا ہے اس کے بعد نعرۂ رسالت بلند کیا جاتا ہے۔

⑨ کچھ عرصہ پہلے مساجد کے امام دعا کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد اور درود شریف سے اس طرح کیا کرتے تھے:

الحمدللّٰہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلاۃ و السلام علی سیدالانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین۔

جب کہ کچھ عرصہ سے یہ معمول دکھائی دے رہا ہے کہ صرف درود شریف پڑھ کر دعا مانگ لی جاتی ہے اور دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی جاتی۔ آخر یہ بے اعتنائی کیوں برتی جاتی ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا کو یاد کر پیارے

(قسط......دوم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ۔

تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے، اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے تبدیل کرے، اگر ہاتھ سے تبدیل نہ کر سکے تو زبان سے منع کرے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے، اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا۔(۱)

اسی جذبے کے تحت راقم نے ایک مقالہ لکھا جس کا عنوان تھا ''خدا کو یاد کر پیارے'' اس میں بعض لوگوں کے نامناسب انداز کی نشاندہی کی تھی اور مسلمان بھائیوں کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی تھی کہ تمام مقاصد کا آخری مقصد اور تمام غایتوں کی آخری غایت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ہے، جب کہ ہمارے ہاں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو ضمناً اور تبعاً، حالانکہ یہ بات قطعاً اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہے۔

---

(۱) محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی: مشکوٰۃ شریف، ص ۴۳۶

الحمدللہ! کہ بہت سے اصحابِ علم نے فقیر کی گزارشات کے لائقِ قبول ہونے کی توثیق کی۔ آیندہ سطور میں اسی سلسلے کی چند مزید گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

(۱) پیر طریقت حضرت علامہ پیر علاء الدین صدیقی مدظلہ العالی (نیریاں شریف، آزاد کشمیر) نے ایک دفعہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن پاک میں ہے: وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰه ۔ ایمان والے اللہ تعالیٰ کی شدید ترین محبت رکھتے ہیں، اور حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے کوئی کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک ہمیں اپنے باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ جانے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآنِ پاک کی آیت کہتی ہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرو؟ تو کیا آیت اور حدیث شریف میں مخالفت پائی جاتی ہے؟

انہوں نے فرمایا: آیت و حدیث میں مخالفت نہیں ہے، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب تک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہیں کرو گے، اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتے، جب ایک شخص سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرے گا تو وہ کامل مومن ہوگا، اور جو کامل مومن ہوگا وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا —— سبحان اللہ! کیا تطبیق ہے۔

(۲) شوکت خانم، کینسر کا وہ ہسپتال ہے جس میں جدید ترین مشینری مہیا کی گئی ہے اور اس میں بہترین ڈاکٹر کام کر رہے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ یہ ہسپتال انسانیت کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے، لیکن ہسپتال کے لئے قربانی کی کھالیں جمع کرنے کے لئے جو بینر اور اشتہار شائع کیا جاتا ہے، وہ اشتہار اخبارات میں بھی شائع کیا جاتا ہے، لیکن کبھی سننے پڑھنے میں نہیں آیا کہ کسی توحید کے پرچارک نے اس پر انگشت نمائی کی ہو،

اشتہار پر جلی حروف میں یہ عبارت درج ہوتی ہے:

قربانی اللہ کے لئے اور کھال شوکت خانم کے لئے۔

لیکن یہ انداز بہر حال قابلِ اعتراض ہے، کفار کا مقولہ قرآن کریم نے ان لفظوں میں نقل کیا ہے:

هٰذَا لِلّٰهِ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا

یہ چیز اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے ہے۔

ایک مسلمان کو یہ بات قطعاً زیب نہیں دیتی کہ وہ مشرکوں کے ساتھ ملتا جلتا انداز گفتگو اختیار کرے، اس لئے ضروری ہے کہ اشتہار کی عبارت تبدیل کی جائے۔

(۳) ملکی سطح کے ایک سیمینار میں دانشوروں کا اجتماع تھا اس میں یکے بعد دیگرے تین چار مقررین نے درود شریف کے یہ کلمات پڑھے:

الصلاة والسلام عليك يارسول الله، الصلاة والسلام عليك ياحبيب اللّٰه وعلى آلك واصحابك يانبي اللّٰه!

اس کے بعد خطاب شروع کر دیا، آخر میں راقم کو دعا کے لئے کہا گیا، راقم نے جناب صدر کی اجازت سے گزارش کی کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر ذی شان کام جو اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے، وہ بے برکت ہے، اس لئے ہونا یہ چاہیے کہ خطاب سے پہلے صرف درود شریف پڑھنے پر اکتفانہ کیا جائے، بلکہ پہلے بسم اللہ شریف پڑھیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس کے بعد درود شریف پڑھیں چاہے صیغۂ خطاب کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر۔

اجلاس کے بعد ایک صاحب علم ملے وہ کہنے لگے کہ آپ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی حمد سے خطاب کا آغاز کرنا چاہیے، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو انڈرسٹوڈ ہے، یعنی ارادے اور نیت میں ملحوظ ہے، میں نے عرض کیا کہ یہی تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو

انڈرسٹوڈ رکھنے پر اکتفانہ کریں، بلکہ زبان سے بھی اس کا نام لیں اورسب سے پہلے لیں،
پھر درود شریف پڑھیں۔

(۴) ایک بزرگ فاضل نے سورۂ مائدہ کی آیت کریمہ کے حوالے سےلکھا کہ یہ آیت تقاضا کررہی ہے کہ ہم اللہ (جل جلالہٗ) ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یکساں محبت کریں، راقم نے انہیں عرض کیا کہ اس آیت کے مطابق بے شک اللہ تعالیٰ اوراس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی محبت ہونی چاہیے جس کے سامنے تمام رشتے داروں اور مال وجائداد کی محبت ہیچ ہو،لیکن اللہ تعالیٰ اوراس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کا تناسب کیا ہو؟ تو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیے (وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّالِلّٰہ) اسکے بعد سب سے زیادہ محبت حبیبِ خدا، اشرف انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہونی چاہیے، جیسے کسی بزرگ نے کہا ہے: ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۵)......لاہور کے ایک ماہنامے میں ایک مقالہ چھپا ہے جس کا عنوان ہے ''ربط رسالت کی اہمیت اور ناگزیریت'' اس میں فاضل مقالہ نگار نے اپنا مدعا ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ''بے شک عقیدۂ توحید اسلامی تعلیمات کی اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے...... لیکن جب دوسرے الہامی مذاہب سے اسلام کا مقابلہ وموازنہ کیا جائے تو اسلام کا دوسرں سے ممتاز اور منفرد گوشہ توحید نہیں بلکہ رسالت ہے۔''

ایک لحاظ سے یہ لاشعوری طور پر عقیدۂ توحید کی اہمیت کم کرنے کے مترادف ہے، حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا ممتاز پہلو توحید بھی ہے اور رسالت بھی، اگر چہ عقیدۂ توحید تمام انبیاء کرام کا مرکز ومحور رہا ہے، لیکن جس کامل اور اکمل طریقے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عقیدۂ توحید بیان کیا وہ آپ ہی کا خاصہ ہے، دیگر انبیاء کی تعلیم کے باوجود فرعون

نے دعویٰ کر دیا: اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ''میں تمہارا سب سے بلند رب ہوں، لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا تعارف جامع اور مکمل اس انداز میں کرایا اور عقیدۂ توحید اس اکمل شرح وسط کے ساتھ بیان فرمایا کہ چودہ صدیاں گزر گئیں، نبوت کے دعویدار تو بہت ہوئے لیکن کسی کو الوہیت کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

مقالہ نگار نے بیان کیا کہ یہودیوں کا ایک گروہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتا تھا، اس کے علاوہ تمام یہودی توحید کے قائل ہیں، یہودی عورت کے ساتھ مسلمان کا نکاح کرنا بعض حکمتوں کی بنا پر ممنوع ہے۔ ورنہ موحد ہونے کے اعتبار سے ان سے شادی جائز ہے۔

مقالہ نگار آیۂ کریمہ: قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ ''اے نبی! آپ فرمادیں اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان متفقہ ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔'' پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

گویا توحید مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین نقطۂ اتفاق کی حیثیت رکھتی ہے۔

راقم کی گزارش یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں صرف یہودیوں سے خطاب نہیں ہے بلکہ تمام اہل کتاب سے خطاب ہے جس میں یہودی اور عیسائی دونوں داخل ہیں اور عیسائیوں کے بارے میں تو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ پہلے توحید کے قائل تھے پھر تثلیث کے قائل ہو گئے۔ آپ کے استدلال کے مطابق تو یہ ماننا پڑے گا کہ عیسائی بھی موحد تھے، دوسری بات یہ ہے کہ یہودی اگر توحید کے قائل ہوتے تو انہیں اس کی دعوت ہی کیوں دی جاتی؟ دراصل توحید بنیادی طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں داخل تھی، لیکن نزول قرآن کے وقت کے یہودی اس کے قائل نہیں تھے، اسی لئے انہیں توحید کی دعوت دی گئی۔

مقالہ نگار کا یہ کہنا بھی محل نظر ہے کہ یہودی عورت کے ساتھ نکاح اس لئے جائز

ہے کہ وہ موحدہ ہے، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ قائلین بـنُـوّت مشرکین ہیں مگر ظاہر الروایۃ میں ان پر علی الاطلاق حکم کتابیت دیا اور ان کے ذبائح ونساء کو حلال ٹھہرایا۔ (اعلام الاعلام، ص۹)

اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی نے درمختار اور شامی کی عبارات نقل فرمائیں جن میں یہی حکم بیان کیا گیا ہے۔

جو فقہاء نکاح کے جائز ہونے کا فتوی دیتے ہیں، ان کے نزدیک تو عیسائی عورت کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے، حالانکہ وہ آپ کے نزدیک بھی موحدہ نہیں بلکہ مشرکہ ہے۔

ربط رسالت کی اہمت بیان کرنا چاہیں تو اُس طرح بیان کریں جس طرح امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفرّ مقرّ

جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

(۶)..... ایک دفعہ جامع مسجد عمر روڈ اسلام پورہ میں میلا د شریف کا جلسہ تھا، راقم وہاں خطیب تھا اس لئے اس محفل میں حاضر تھا، ایک عالم نے تقریر کرتے ہوئے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن سے کیا نسبت؟

وہ محبوب زلیخا تھے یہ محبوب خدا ٹھہرے

مجھے یہ انداز گراں گزرا، تاہم خاموش رہا، ان کے بعد پنجاب کونسل، لاہور کے چیئر مین صاحب مائیک پر آئے اور تقریر کرتے ہوئے کہنے لگے:

''اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ زمین ہوتی، نہ آسمان ہوتا، نہ جنت ہوتی، نہ دوزخ ہوتا، یہاں تک کہ خدا بھی نہ ہوتا (معاذ اللہ، استغفر اللہ)

مزید یہ کہا:

ہر شے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محتاج ہے اور آپ کی رحمت میں داخل ہے، کئی چیزوں کا نام گنوا کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ بھی حضور کا محتاج ہے اور آپ کی رحمت میں داخل ہے (معاذ اللہ)

یہ سن کر میرا پیمانۂ صبر چھلک گیا اور میں نے مائیک پر آ کر کہا: حضرات! اگر چہ میرا تقریر کا پروگرام نہیں ہے، تاہم چند ضروری باتیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں:

(۱)......بعض شعراء یہ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن سے کیا نسبت؟

وہ محبوب زلیخا تھے، یہ محبوب خدا ٹھہرے

یہ انداز حضرت یوسف علیہ السلام کے شایانِ شان نہیں ہے، وہ تو محبوبانِ عالم کا انتخاب تھے اور ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتخابوں کا بھی انتخاب ہیں۔

(۲)......چیئر مین صاحب نے کہا ہے کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ بھی نہ ہوتا، یہ قطعاً غلط ہے، اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے جس کے معدوم ہونے کا احتمال ہی نہیں ہے، اُس پر عدم طاری ہو ہی نہیں ہو سکتا، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی تمام تر عظمتوں کے باوجود ممکن ہیں اور ممکن کے نہ ہونے سے واجب الوجود کے وجود پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اللہ تعالیٰ اس وقت بھی موجود تھا جب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ابھی پیدا نہیں ہوا تھا۔

چیئر مین صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محتاج ہے اور آپ کی رحمت میں داخل ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خود اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ رحمتِ تمام ہیں اور اس کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۔ اور اللہ سب سے بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔

یہ سنتے ہی چیئر مین صاحب جوتے اُٹھا کر چلے گئے اور پلٹ کر کبھی نہیں آئے۔(۱)

---

(۱) محمد عبدالستار طاہر: محسن اہل سنت (دار الاشاعت، لاہور) ص ۱۶۹-۱۶۷

(۷)......سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے:

غالباً ۱۹۹۰ء کی بات ہے کہ ایک صاحب نے مجھے اپنے والد صاحب کے عرس میں شامل ہونے کی دعوت دی، میں نے وعدہ کرلیا اور حسب وعدہ میانی صاحب پہنچ گیا، دیکھا کہ وہاں سازوں کے ساتھ قوالی ہو رہی ہے، میں مزار شریف کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور ایصال ثواب کیا، کچھ دیر بعد وہ قوالی سے فارغ ہوئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ سفید اور خشخشی داڑھی والے شاہ صاحب بیٹھے ہیں ایک نوجوان لڑکے نے آکر ان سے مصافحہ کیا اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا، چند لمحوں بعد دیکھا کہ وہی لڑکا شاہ صاحب کے پیچھے جا کر سجدہ کر رہا ہے، میں نے اشارے سے اس لڑکے کو بلایا اور سمجھایا کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو کرنا چاہیے، کسی مخلوق کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

ختم شریف کی باری آئی تو مجھے کہا گیا کہ حلیم کی دیگ کے پاس کھڑے ہو کر ختم پڑھیں، جہاں نان بھی رکھے ہوئے تھے، حالانکہ جہاں بیٹھے ہوئے تھے وہاں بھی ختم پڑھا جا سکتا تھا، تاہم میں نے ختم پڑھنے کے بعد دعا مانگنے سے پہلے کہا کہ حضرات ایک حدیث شریف سن لیں۔

ایک صحابی کہیں سفر پر گئے، واپسی پر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے، حضور! میں نے دیکھا کہ فلاں جگہ کے لوگ اپنے بڑے کو سجدہ کرتے ہیں، آپ سب سے زیادہ اس امر کا حق رکھتے ہیں، کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا تم ہماری قبر کے پاس سے گزرو گے تو اسے سجدہ کرو گے؟

انہوں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: اب بھی سجدہ نہ کرو۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کی حیاتِ طیبہ میں اور بعد از وصال سجدہ کرنا جائز نہیں تو کسی دوسرے کے لئے کب جائز ہو گا؟

یہ سنتے ہی شاہ صاحب (جن کو سجدہ کیا گیا تھا) جلال کے عالم میں ایک دوقدم آگے بڑھے اور کہنے لگے: یہ بھی ختم شریف میں شامل ہے؟ میں خاموش رہا، کیونکہ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا تھا۔

جن صاحب نے مجھے بلایا تھا وہ کہنے لگے: شرف صاحب! آپ اختلافی بات نہ کریں، میں نے کہا جناب! آپ کمال کرتے ہیں، میں کسی عالم کا قول بیان نہیں کر رہا، میں تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف بغیر کسی اضافے اور تبصرے کے سنا رہا ہوں۔ اس کے بعد دعا کی اور جوتے اُٹھا کر واپس آ گیا۔(۱)

(۸) داتا دربار کی مجلس مذاکرہ میں حاضری:

ماہ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء میں محکمۂ اوقاف، لاہور کی طرف سے مجھے یہ دعوت نامہ ملا کہ حضرت سید الاصفیاء داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز کے عرس کے موقع پر منعقد ہونے والے مذاکرہ کے لئے ایک مقالہ لکھیں جس کا عنوان ہے:

''اوّلین کتب تصوف میں کشف المحجوب کا مقام''

راقم نے مقالہ لکھا اور ایک جگہ مقام کی مناسبت سے یہ بھی لکھ دیا:

- بعض لوگ حضرت داتا صاحب کے مزار شریف پر سجدہ کرتے ہیں۔
- بعض رکوع کی حد تک جھک کر سلام کرتے ہیں۔
- مسجد میں جماعت کھڑی ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ مزار شریف کے ساتھ چمٹ کر کھڑے رہتے ہیں۔

یہ ناجائز ہے اور محکمہ اوقاف کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو اِن حرکتوں سے منع کرے۔

۱۴؍ جولائی ۱۹۹۵ء کو میں مجلس مذاکرہ میں پہنچ گیا، مغرب کے بعد مجلس مذاکرہ کا آغاز ہوا، اس مجلس کا وقت نماز عشاء تک تھا، تلاوت، نعت اور اس کے بعد داتا صاحب کی

---

(۱) محمد عبدالستار طاہر: محسن اہل سنت، ص ۱۷۹-۱۷۸

منقبت کے بعد وقت اتنا کم رہ گیا کہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب، پروفیسر غلام سرور رانا اور راقم کو ''خوشخبری'' سنائی گئی کہ وقت کم ہے، اس لئے آپ کو مقالہ سنانے کے لئے پانچ پانچ منٹ ملیں گے۔

مقالات محکمہ اوقاف نے چھاپ کر تقسیم کر دئے تھے اور اس میں وہ چند سطریں حذف کر دی گئی تھیں جن کا اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ جب راقم کے نام کا اعلان کیا گیا تو میں نے اُٹھ کر کہا:

حضرات وقت اتنا کم ہے کہ مقالہ پڑھ کر سنایا نہیں جا سکتا، یوں بھی مقالات شائع کر کے تقسیم کر دئے گئے ہیں جو آپ ملاحظہ فرمالیں گے، البتہ دو تین ضروری باتیں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

اور وہ باتیں جو مقالے سے حذف کر دی گئی تھیں مائک پر بیان کر دیں۔

اس جسارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد مجھے کبھی مجلس مذاکرہ میں نہیں بلایا گیا، عرس کی تقریبات میں بھی مجھے دعوت دی گئی تو بحیثیت مقرر کے نہیں بلکہ مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے۔ اس سے اندازہ کرلیں کہ کلمۂ حق کا سننا کتنا مشکل ہے؟(۱)

(۹) ایک مجلس میں ایک طالب علم نے نعت پڑھتے ہوئے یہ شعر بھی پڑھا

خدا حافظ سہی ناصر سہی لیکن
ہمیں کافی ہے بس تیرا سہارا یا رسول اللہ!

راقم نے اسے وہیں روک دیا، اور کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سہارا اللہ تعالیٰ کے سہارے سے الگ ہے؟ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہیں (وَمَا أَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِینَ)۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سہارا اللہ تعالیٰ ہی کا سہارا ہے۔

(۱) محمد عبدالستار طاہر: محسن اہل سنت، ص ۱۸۱۔۱۷۹

(۱۰) حال ہی میں ایک مجلے میں ایک مقالہ پڑھنے لگا تو اس میں لکھا تھا کہ ''ذکر خالق کے بعد ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم افضل ترین عبادت ہے''۔ اور اس کے بعد درج ذیل خطرناک ترین جملہ درج تھا:

''اور یہ وہ عبادت ہے جس میں خالق اور مخلوق دونوں برابر کے شریک ہیں۔''

راقم نے اس کے ایڈیٹر کو ایک عریضے میں لکھا کہ لکھنے والے اور چھاپنے والے دونوں پر اس جملے کے لکھنے اور شائع کرنے والے پر توبہ فرض ہے ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔

سوال یہ ہے کہ:

(۱) ہم تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کس کی عبادت کرتا ہے؟ کہ اسے اس عبادت میں شریک قرار دیا جائے۔

(۲) شرک ایک ایسا گناہ ہے جس کی مغفرت نہیں ہے، اس کی تصریح قرآن پاک میں موجود ہے، اس لئے ایسے الفاظ سے اجتناب کرنا چاہیے کہ ہم کسی کام میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں، یا اللہ تعالیٰ ہمارا شریک ہے، امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم مخلوق اور وہ خالق، ہم عابد اور وہ معبود، اس کے علاوہ ہماری اس کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ ''مَالِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ'' مشتِ خاک کی ربِّ کائنات سے کیا نسبت ہے؟ سوائے اس کے کہ وہ مالک اور ہم مملوک ہیں۔

(۳) ایک دفعہ مذکورہ بالا جملے پر پھر غور کیجئے ''یہ وہ عبادت ہے جس میں خالق اور مخلوق دونوں برابر کے شریک ہیں'' اُس واجب الوجود کا کوئی شریک ہی نہیں ہے، برابر کا شریک کہاں سے ہوگا؟

وَمَاعَلَیَّ اِلَّا الْبَلَاغ